

## 49023- دین اسلام میں کتنے درجے ہیں؟

### سوال

دین اسلام میں کتنے درجے ہیں؟ اور ہر مرتبے کی خصوصیات کیا ہیں؟ نیز یہ بھی بتلائیں کہ اسلام، ایمان اور احسان میں کیا فرق ہے؟ اسی طرح یہ بھی وضاحت کر دیں کہ محسنین کو احسان کا کون سا مقام ملتا ہے؟

### جواب کا خلاصہ

دین اسلام میں تین درجات ہیں: اسلام، ایمان، اور احسان۔ ان میں سے ہر درجے کا مخصوص مفہوم اور معنی ہے، اور اس کے ارکان بھی ہیں، جن کی تفصیلات آپ کو مفصل جواب میں ملیں گی۔

### پسندیدہ جواب

### مشمولات

- پہلا درجہ: اسلام
- دوسرا درجہ: ایمان
- اسلام اور ایمان میں فرق
- تیسرا درجہ: احسان
- محسنین کا مقام و مرتبہ

دین اسلام میں تین درجات ہیں: اسلام، ایمان، اور احسان۔ ان میں سے ہر درجے کا مخصوص مفہوم اور معنی ہے، اور اس کے ارکان بھی ہیں۔

### پہلا درجہ: اسلام

اسلام کا لغوی معنی: فرمانبرداری اور اطاعت گزار ہے۔

جبکہ شرعی طور پر لفظ اسلام کا معنی استعمال کے حساب سے دو الگ الگ معانی دیتا ہے:

پہلا استعمال: جس وقت لفظ اسلام کے ساتھ ایمان کا تذکرہ نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں اسلام سے دین اسلام کے اصولی اور فروعی تمام امور مراد ہوتے ہیں، اس میں قولی، فعلی اور تمام اعتقادی چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں، مثلاً: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِن الدین عند اللہ الإسلام﴾۔ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے۔ [آل عمران: 19] اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾۔ ترجمہ: اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ [المائدة: 3] اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ومن یتق غیر الإسلام دیناً فلن یتقبل منه﴾۔ ترجمہ: اور جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو اس سے وہ کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ [آل عمران: 85] ان تمام آیات کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ اہل

علم نے اسلام کی شرعی تعریف کچھ یوں بیان کی ہے :

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دینا، اور شرک و مشرکوں سے لاتعلقی اپنانے کا نام اسلام ہے۔

دوسرا استعمال : لفظ اسلام کو ایمان کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جائے، تو ایسی صورت میں اسلام سے مراد ظاہری اقوال و افعال ہوتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

**﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تَمُنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾.**

ترجمہ : خانہ بدوشوں نے کہا : ہم ایمان لے آئے۔ کہو : تم ابھی ایمان نہیں لائے، لیکن تم کہو : ہم اسلام قبول کر چکے؛ کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں تک داخل نہیں ہوا۔

[الحجرات: 14]

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ : "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابوقاص کی موجودگی میں چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا، تو سعد کہنے لگے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (مومن یا مسلمان؟) سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : میں تھوڑی دیر چپ رہا پھر دوبارہ اس شخص کے بارے میں اپنی معلومات کی بنا پر بول اٹھا کہ : حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (مومن یا مسلمان؟) تو سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : اب کی بار بھی میں تھوڑی دیر چپ رہا پھر دوبارہ اس شخص کے بارے میں اپنی معلومات کی بنا پر بول اٹھا کہ : حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (مومن یا مسلمان؟) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا : اے سعد! باوجود یہ کہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظر انداز کر کے) کسی اور کو اس خوف کی وجہ سے مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر نہ جائے اور) اللہ اسے آگ میں اوندھانہ ڈال دے۔" اس حدیث کو امام بخاری : (27) اور مسلم (150) نے روایت کیا ہے۔

تو سعد رضی اللہ عنہ نے کسی کے بارے میں قسم اٹھا کر کہا کہ : "اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں" تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا : "مومن یا مسلمان؟" یعنی مطلب یہ ہے کہ : تمہیں اس کے مومن ہونے کے بارے میں علم نہیں ہے؛ کیونکہ ایمان دل کا معاملہ ہے، جبکہ آپ کو صرف اس کے اسلام کا علم ہے جو کہ ظاہری اعمال پر بولا جاتا ہے۔

## دوسرا درجہ : ایمان

لغوی طور پر ایمان کا معنی ہے : ایسی قلبی تصدیق جس کا نتیجہ قبول کرنا اور تابع فرمان ہو جانا ہو۔

شرعی طور پر ایمان کا مفہوم بھی استعمال کے اعتبار سے الگ الگ ہے، لفظ ایمان کے استعمال کی بھی دو حالتیں ہیں :

پہلی حالت : صرف لفظ ایمان استعمال ہو، ساتھ میں اسلام کا لفظ نہ آئے تو ایسی صورت حال میں سارے کا سارا دین ایمان سے مراد لیا جاتا ہے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

**﴿اللَّهُ وَلِي الَّذِينَ آمَنُوا يَخْرُجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾.**

ترجمہ : اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں سے نور کی جانب نکالتا ہے۔ [البقرہ: 257]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ : **﴿وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مَوْمِنِينَ﴾.** ترجمہ : اگر تم ایمان والے ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرو۔ [المائدہ: 23]

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : (جنت میں صرف اہل ایمان ہی جائیں گے۔) اسے مسلم : (114) نے روایت کیا ہے۔

ان تمام دلائل کی روشنی میں سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ: ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضا سے عمل کا نام ہے، اس میں قلبی اعمال بھی شامل ہیں، نیز نیکی کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان دار اسی کو قرار دیا ہے جو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے دینداری پر کاربند رہے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

**﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ لَهُمْ وَجْهٌ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا أَسْمَانَهُمْ إِسْتَأْذَنُوا وَبِذِكْرِهِمْ كُنُوا حَاضِرِينَ وَإِذَا لُفِتُوا عَلَيْهِمْ يَخِضُّونَ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ عَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾**

ترجمہ: سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انہیں سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ [2] یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [3] یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے ان کے رب کے ہاں بلند درجات، مغفرت اور نہایت عزت افزائی والا رزق ہے۔ [الانفال: 2-4]

اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو اپنے ایک فرمان میں ذکر کرتے ہوئے ایمان کی تفسیر اور وضاحت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

**﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَاتَّبَعُوا مَا نَزَّلْنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَاتَّبَعُوا مَا نَزَّلْنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَاتَّبَعُوا مَا نَزَّلْنَا مِنَ الْكِتَابِ﴾**

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ سے محبت کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور غلامی سے نجات دلانے کے لیے دے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ نیز (نیک لوگ وہ ہیں کہ) جب عہد کریں تو اسے پورا کریں اور بدحالی، مصیبت اور جنگ کے دوران صبر کریں۔ [البقرہ: 177] پھر اس کے بعد ان سب خوبیوں کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾**۔ ترجمہ: ایسے ہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔ [البقرہ: 177]

ایسے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان تمام اعمال کا ذکر کر کے ایمان کی وضاحت وفد عبد القیس کی حدیث میں فرمائی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (میں) تمہیں صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔) اس حدیث کو امام بخاری: (53) اور مسلم: (17) نے روایت کیا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزے جو ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے گئے ہوں کو بھی ایمان قرار دیا ہے، ایسے ہی لیلیۃ القدر کے قیام کو بھی ایمان کا حصہ قرار دیا، اسی طرح امانت کی ادائیگی، جہاد، حج، جنازہ دفنانے کے لیے جانا وغیرہ ان سب اعمال کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ: (ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، سب سے بلند شاخ لالہ الا اللہ کا اقرار ہے، اور سب سے کم راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔) اس حدیث کو امام بخاری: (9) اور مسلم: (35) نے روایت کیا ہے۔ اس حوالے سے آیات اور احادیث بہت زیادہ موجود ہیں، جن کے تذکرے سے گفتگو لمبی ہو جائے گی۔

دوسری حالت: لفظ ایمان کو اسلام کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے، تو اس صورت میں ایمان سے مراد قلبی اعتقادات اور نظریات ہوں گے، جیسے کہ حدیث جبریل اور جیسی دیگر احادیث میں ہے، اس کی ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت جنازے کی دعائیں بھی موجود ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **«اللهم من أحييته منافقاً حي على الإسلام ومن توفيته منافقاً حي على الإسلام»** یعنی: یا اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تو جسے فوت کر لے تو اسے ایمان پر فوت فرما۔ اس حدیث کو

ترمذی رحمہ اللہ (1024) نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا، نیز البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی: (299/1) میں صحیح قرار دیا ہے۔ جازے کی دعا میں یہ تفریق اس لیے ہے کہ جسمانی اعضا سے اعمال زندگی میں ممکن ہوتے ہیں، جبکہ موت کے وقت صرف قلبی اعمال اور اعتقادات ہی ممکن ہوتے ہیں۔

## اسلام اور ایمان میں فرق

خلاصہ یہ ہے کہ: جب لفظ اسلام اور ایمان دونوں الگ الگ استعمال ہوں تو پھر دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں سے ہی پورے کا پورا دین مراد ہوگا، اور اگر دونوں میں فرق بیان کرنا ہو تو پہلے اس تفریق کو بیان کیا جا چکا ہے، یعنی: اسلام ظاہری جسمانی عبادت سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ایمان قلبی امور سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی بات حدیث جبریل میں موجود ہے، جیسے کہ امام مسلم رحمہ اللہ حدیث نمبر: (8) میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ: "ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر دکھائی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا حتیٰ کہ وہ آکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ دیے، اور کہا: اے محمد - صلی اللہ علیہ وسلم - مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، تو نماز کا اہتمام کر، زکاۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، اور اگر اللہ کے گھر تک سفر کی استطاعت ہو تو اس کا حج کر۔) اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا بھی ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لائے۔) اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔) اس نے کہا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (جس سے اس قیامت) کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔) اس نے کہا: تو مجھے اس کی علامات بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: (لو بڑی اپنی مالک کو جنم دے اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، اور بھریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سال چلا گیا، میں کچھ دیر اسی کیفیت میں رہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: (عمر! تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟) میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، تمہارے پاس آئے تھے، تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔)

## تیسرا درجہ: احسان

احسان کا لغوی معنی: کسی بھی کام کو بھرپور دل لگی کے ساتھ انتہائی عمدگی سے سرانجام دینا۔

جبکہ شرعی معنی اس لفظ کے استعمال کے اعتبار سے دو الگ الگ معانی رکھتا ہے:

پہلا استعمال: لفظ احسان تنہا استعمال ہو، اور اس کے ساتھ اسلام اور ایمان کا تذکرہ نہ ہو تو اس سے سارے کا سارا دین مراد ہوتا ہے جیسے کہ لفظ ایمان اور اسلام میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا استعمال: کہ لفظ احسان مذکورہ دونوں لفظوں کے ساتھ آئے یا کسی ایک کے ساتھ آئے تو پھر اس کا معنی ظاہر و باطن کو عمدہ بنانا ہوگا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی ایسی تفسیر بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اس کی اس خوبصورت انداز میں تفسیر بیان کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوزے میں دریا بند کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تفسیر میں فرمایا: (تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو کم

از کم یہ احساس پیدا کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (درجہ احسان دین کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور اس کا مقام سب سے اعلیٰ ہے، اسے درجے کے حاملین ہی بھلائی کے کاموں میں سمیقت لے جانے والے ہیں، اور انہیں اعلیٰ ترین درجات میں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کیا جائے گا۔

## محسنین کا مقام و مرتبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں بتلایا ہے کہ احسان کے بھی الگ الگ دو درجے ہیں :

پہلا مقام : یہ دونوں میں سے اعلیٰ ترین مقام ہے، وہ یہ ہے کہ آپ عبادت اس تصور سے کریں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، بعض علمائے کرام اس مقام کو "مقام مشاہدہ" کا نام دیتے ہیں، یعنی بندہ اس طرح عمل کرے کہ گویا وہ خود اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اس طرح اس کا دل روشن ہو جاتا ہے، اس کے سامنے غیبی چیزیں مشاہداتی چیزوں جیسی ہو جاتی ہیں، چنانچہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس ذہن کے ساتھ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بالکل قریب ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یہ احساس دل میں رکھے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے، تو اس سے اس کے دل میں خشیت، خوف، ہیبت اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم حاصل ہوگی۔

دوسرا مقام : اس مقام کو علمائے کرام "مقام اخلاص" یا "مقام مراقبہ" کا نام دیتے ہیں، اس میں یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ بات ذہن میں لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے، چنانچہ جس وقت انسان کے ذہن میں اپنے کسی بھی عمل کے بارے میں یہ بات آجائے، یا اسی ذہن کے مطابق عمل کرے تو وہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہے، کیونکہ انسان جب کوئی بھی کام مکمل توجہ سے کرے تو غیر اللہ کی جانب دھیان ہی نہیں جاتا، اور عمل بجالانے کا مقصد بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بن جانا۔ تو جس وقت انسان اس مقام کو پالے، تو اس کے لیے پہلے مقام کو پانا آسان ہو جاتا ہے، اسی لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان کرتے ہوئے اس دوسرے مقام کو پہلے کے لیے زینہ قرار دیا، اور فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اس کی خلوت و جلوت دونوں سے واقف ہے، ظاہر و باطن اس کے لیے آشکار ہیں، کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ سے اوجھل نہیں ہے، تو پھر اس کے لیے پہلے مقام تک پہنچنا آسان ہے کہ ہمیشہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب سمجھے، اللہ تعالیٰ کی معیت کو محسوس کرے اور یہ تصور لائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھ بھی رہا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا فضل عظیم عطا فرمائے۔

اس بارے میں مزید کے لیے آپ سوال نمبر: (219) اور (14055) کا جواب ملاحظہ کریں۔

معارج القبول، از الشیخ حاف الحکمی: (2/20-33، 326-328) المجموع الثمین از ابن عثیمین (1/49، 53) جامع العلوم والحکم از ابن رجب حنبلی (1/106)۔